مولانا محمد احمد حافظ

بین المذاہب مفاہمت......کس بنیاد پر؟

صدرِ پاکستان جنرل پرویز مشرف امریکہ کے ہنگامہ خیز دورے سے واپس آ چکے ہیں۔ دورۂ امریکہ کے دوران انہوں نے جنرل اسمبلی کے علاوہ متعدد کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ قیامِ امریکہ کے دوران امریکن جیوش کانگریس سے خطاب خاصے کی چیز تھی۔ ذرائع ابلاغ اس خطاب کو تاریخی وقوعہ قرار دیتے ہوئے امکانی طور پر دوررس نتائج کی توقع کر رہے ہیں۔ باور کیا جا رہا ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے جنرل اسمبلی کے اجلاس، بین المذاہب کانفرنس برائے امن اور امریکن جیوش کانگریس کے علاوہ دیگر درجن بھر سے زائد کانفرنسوں سے جو خطابات کیے ہیں' ان کی وجہ سے جنرل پرویز کے بارے میں مسلم امہ کے عالمی لیڈر ہونے کا تاثر ابھرا ہے۔

جنرل پرویز نے ''بین المذاہب کانفرنس برائے امن'' سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''مذاہب کے درمیان مفاہمت اہم سیاسی ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے مذاہب جنہیں امن، رواداری اور مفاہمت کا منبع ہونا چاہیے تھا' وہ آج ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان بہتر مفاہمت کو فروغ دیا جائے تاکہ غلط فہمیوں کو دور کیا جا سکے۔ مختلف ثقافتوں اور مذاہب کو فروغ دینے کے لیے تعلیمی نصاب میں اصلاحات متعارف کرائی جائیں اور دیگر مذاہب کی حقیقی روح کو سمجھنے کے لیے مکالمہ ہونا چاہیے۔''

امریکن جیوش کانگریس سے خطاب کے دوران صدر صاحب نے اسلام، عیسائیت اور یہودیت کو توحیدی مذاہب قرار دیتے ہوئے کہا:

> ''تینوں بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام مشترکہ ورثہ رکھتے ہیں، ان سب کا جھکاؤ آفاقی اقدار کی طرف ہے۔ اس کے باوجود کہ تینوں مذاہب کو امید، بردباری اور امن کا ذریعہ ہونا چاہیے تھا۔ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کیوں اور کیسے ہوا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ مستقبل کو ایک نئی صورت دی جائے جو انسانیت یعنی ہم سب کے مفاد میں ہو۔''

صدر پرویز نے اپنے خطاب کے دوران مسلمانوں اور یہودیوں کے تاریخی تعلقات (؟) کا حوالہ دیا، عالمی جنگوں میں یہودیوں پر ہونے والے مظالم کا ذکر کیا، فلسطین و کشمیر کے علاوہ عراقی المیے کو بھی اپنے خطاب میں جگہ دی، یروشلم کے حوالے سے ایک ممکنہ حل پیش کیا، آخر میں پاکستان کی جانب سے اسرائیل کے لیے نیک جذبات کا اظہار کیا اور کہا:

> ''پاکستان کا اسرائیل کے ساتھ براہِ راست کوئی تنازعہ یا تصادم نہیں ہے اور ہم اسرائیل کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہیں۔''

قبل ازیں امریکن جیوش کانگریس کے چیئرمین جیک روزن نے استقبالیہ خطبے میں کہا:

''مسلمان ،عیسائی اور یہودی ایک ہی روایت اور بنیادی اقدار کے ایک ہی مجموعے کی تین شاخیں ہیں...... یہودیوں کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کی اجازت نہیں دی جاسکتی لیکن عالم اسلام کو بھی چاہیے کہ وہ یہ نظریہ ترک کردے کہ یہودی مسلمانوں کے خلاف سازش کررہے ہیں ......اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ پاکستان کے تعلیمی نظام اور میڈیا میں زیادہ رواداری کا مظاہرہ کیا جائے گا۔''

امریکن جیوش کانگریس دنیا بھر کے یہودیوں کے مفادات کے لیے کیے جانے والے اقدامات اور کارروائیوں کی منصوبہ بندی کرتی ہے اور امریکہ میں حکومتی سطح پر ایک بااثر کانگریس ہے۔اس کے ارکان امریکی منصوبہ سازوں کی سرگرمیوں میں مکمل طور پر شریک نظر آتے ہیں۔اس پس منظر کے ساتھ جنرل پرویز کا جیوش کانگریس کے ارکان کے سامنے خطاب کرنا غیر معمولی نوعیت رکھتا ہے۔باور کیا جارہا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کا حالیہ دورۂ امریکہ خصوصاً جیوش کانگریس سے خطاب وطن عزیز کی داخلی پالیسیوں اور مشرقِ وسطیٰ میں بعض بنیادی تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگا......گذشتہ کچھ عرصہ سے روشن خیالی،اعتدال پسندی،رواداری اور برداشت جیسے موضوعات پر منعقد ہونے والے سیمیناروں،کانفرنسوں اور بین المذاہب مکالمہ کی تحریک کا گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو پاک اسرائیل تعلقات اور امریکن جیوش کانگریس سے خطاب کا باہمی ربط سمجھ میں آتا ہے۔جنرل پرویز کے مذکورہ خطاب کے مندرجات کو اگر درست تسلیم کرلیا جائے اور موجودہ تینوں بڑے مذاہب کو ایک ہی روایت واقدار سے متعلق مان لیا جائے تو قرآنی محکمات اور نبوی تعلیمات کی عمارت منہدم ہوتی نظر آتی ہے۔قرآن مجید میں غیر مسلموں خصوصاً یہود ونصاریٰ کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کو نہایت واضح اور کھول کر بیان کردیا گیا ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنی پیرائے میں جنرل پرویز اور جیک زون کے بیان کردہ خیالات کی قطعاً گنجائش موجود نہیں۔عیسائیت اور یہودیت بلاشبہ آسمانی مذاہب تھے مگر نبی ﷺ کی بعثت کے بعد وہ اس شرف سے محروم ہوچکے ہیں۔اب ان کی حیثیت منسوخ شدہ مذاہب کے علاوہ کچھ نہیں۔ان مذاہب کے پاس آسمانی ہدایت موجود ہے نہ شریعت اور نہ ہی اخلاقی تعلیمات۔جو کچھ ہے وہ کفروشرک،لبرل ازم اور سیکولرازم کی خرافات کا مجموعہ ہے۔چنانچہ ان مذاہب کو اسلام کے برابر تصور کرنا یا اسلام کو ان مذاہب کی صف میں لاکھڑا کرنا نہایت قابل تشویش بات ہے۔جنرل پرویز اور جیک روزن کے خیالات کی ہم آہنگی سے مترشح ہوتا ہے کہ جس طرح اسلام ''الحق'' ہے،اسی طرح یہودیت وعیسائیت بھی حق ہیں۔موجودہ عیسائیت ویہودیت کو حق ماننا یا ان کے حق کو تسلیم کرنا تحریکِ وحدت ادیان کے سلسلے کی ہی ایک کڑی ہے،جو ظاہر ہے قرآنی نصوص سے متصادم نظریہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان مذاہب کے ساتھ مکالمہ (Dialoge) درست نہیں۔ہاں !ان مذاہب کے پیروکاروں کو دعوتِ اسلام ضرور دی جاسکتی ہے کہ'' **تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم ان لانعبد الاالله الخ**''

اسرائیل کے حوالے سے جو موقف اختیار کیا گیا،وہ امت مسلمہ کے ننانوے فیصد اجماع سے متصادم ہے۔اسے پاکستانی عوام کی حمایت حاصل ہے نہ عالم اسلام کی۔عالم اسلام کے ہر فرد کا دل ارض فلسطین میں بسنے والے مسلمان بھائیوں

کے ساتھ بے پناہ اور بے لوث قلبی تعلق رکھتا ہے۔ اسرائیل بلاشبہ ایک ناجائز اور بدی کی محور ریاست ہے جو اپنے قیام سے لے کر آج تک مسلمانوں کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں رہی۔ فلسطینی بھائیوں پر ظلم وتشدد اور تعذیب وعقوبت کے بدترین حربے اسرائیل نے ہی آزمائے ہیں۔ اس کے جرائم محض فلسطین کی حدود تک محدود نہیں بلکہ اس سے باہر بھی موساد جیسی بدنام زمانہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی نے اپنے بے پناہ جرائم ثبت کیے ہیں۔ امریکی یہودی بھی بایں طور ان جرائم میں شریک ہیں کہ انہوں نے اسرائیل کو ہر طرح کی مالی، عسکری اور اخلاقی سپورٹ فراہم کی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ جنرل پرویز بوسنیا میں تعاون کرنے والے یہودی تاجر جارج سورس کا ذکر کرتے ہوئے عراق پر امریکی قبضے کے بعد اسرائیلی خفیہ ایجنٹوں کی ٹارگٹ کلنگ کو فراموش کر گئے' جس کے نتیجے میں اب تک وہاں کے ہزاروں سائنس دان، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور اہل علم کے علاوہ علماء ومشائخ شہید ہو چکے ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کے علاوہ کوئی قوم یا اہل مذہب ایسے نہیں جنہیں تشدد، نفرت اور ظلم کا سامنا ہو۔ گوانتانا موبے، ابوغریب، بگرام ائیربیس اور قندھار کے عقوبت خانوں میں مسلمان ہی مظالم سہہ رہے ہیں۔ برما، فلپائن اور تھائی لینڈ میں بھی مسلمان ہی ریاستی دہشت گردی کا شکار ہیں۔ ان تمام مظالم کا منطقی نتیجہ ہے کہ عالم اسلام میں اپنے تحفظ کے سلسلے میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے اور فکری بیداری کی اسلامی تحریکات منظم صورت اختیار کر رہی ہیں۔ عیسائیت اور یہودیت جو بلاشبہ دہشت گردی کے جرائم میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں کو تحریکاتِ اسلامیہ کے آئینے میں اپنا مستقبل مخدوش نظر آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی میڈیا مفاہمت، رواداری اور برداشت جیسے موضوعات کو سامنے لا رہا ہے تاکہ مغالطہ آمیز گفتگو کے ذریعے سادہ لوح لوگوں کو مطمئن کر کے اپنے ظالمانہ اور غاصبانہ اقدامات کو جواز اور تحفظ فراہم کیا جاسکے۔

یہاں لحہ بھر رکتے ہوئے اس بات پر بھی غور کرتے چلیں کہ ایک طرف امریکن جیوش کانگریس کے چیئرمین پاکستان کے لیے خیرسگالی کے جذبات رکھتے ہیں' دوسری طرف وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتے ہوئے نصاب تعلیم میں تبدیلی اور اسے ''نفرت انگیز'' جذبات سے پاک کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور وہ میڈیا سے بھی رواداری کی توقع رکھتے ہیں......آخر کیوں؟

جنرل پرویز کے خطاب کے دوران یہودیوں کے تمتماتے ہوئے چہرے اور بار بار کلیپنگ کا مظاہرہ کس بات کی چغلی کھاتے ہیں؟ حالانکہ بظاہر جنرل صاحب نے بعض باتیں بہت سیدھی سیدھی کہی ہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کی کون سی ۵۰۰ سالہ جلاوطنی ختم کی تھی؟ یہ جلاوطنی کب ہوئی؟ کس نے جلاوطن کیا؟ یروشلم کو مشترکہ شہر قرار دیئے جانے میں کس کا فائدہ ہے؟ کیا یہودی مسجد اقصیٰ کے حق تولیت میں مسلمانوں کے شریک ہوسکتے ہیں؟ عیسائیت اور یہودیت کیونکر توحیدی مذاہب ہیں؟ کیا یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مفاہمت، دوستی اور ولاء کا نظریہ قرآنی نصوص سے مطابقت رکھتا ہے؟ یہ چند سوالات ہیں جو سرکاری سرپرستی میں پروان چڑھنے والی دانشوری کے ذمے ہیں۔